فہرست

غزلیں

○

عجب موسم ہے میرے ہر قدم پہ پھول رکھتا ہے
محبت میں محبت کا فرشتہ ساتھ چلتا ہے

ہر آنسو میں کوئی تصویر اکثر جھلملاتی ہے
تمھیں آنکھیں بتائیں گی دیئوں میں کون جلتا ہے

میں جب سو جاؤں ان آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھ دینا
یقیں آ جائے گا پلکوں تلے بھی دل دھڑکتا ہے

بڑا ہو کر کہیں مندر کہیں مسجد بنائے گا
یہ بچہ دیکھنا سکول جانے سے بھی ڈرتا ہے

بہت سے کام رُک جاتے ہیں میں باہر نہیں جاتا
تمھاری یاد کا لمحہ کہاں ٹالے سے ٹلتا ہے

محبت غم کی بارش ہے زمیں سرسبز ہوتی ہے
بہت سے پھول کھلتے ہیں جہاں بادل برستا ہے

○

رات آنکھوں میں ڈھلی پلکوں پہ جگنو آئے
ہم ہواؤں کی طرح جا کے اُسے چھو آئے

اُس کا دل دل نہیں پتھر کا کلیجہ ہو گا
جس کو پھولوں کا ہُنر آنسو کا جادو آئے

بس گئی ہے مرے احساس میں یہ کیسی مہک
کوئی خوشبو میں لگاؤں تری خوشبو آئے

خوبصورت ہیں بہت دنیا کے جھوٹے وعدے
پھول کاغذ کے لیے کانچ کے بازو آئے

اُس نے چھو کر مجھے پتھّر سے پھر انسان کیا
مدتوں بعد مری آنکھوں میں آنسو آئے

○

آگ لہرا کے چلی ہے اسے آنچل کر دو
تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کر دو

چاند سا مصرعہ اکیلا ہے مرے کاغذ پر
چھت پہ آجاؤ مرا شعر مکمل کر دو

میں تمہیں دل کی سیاست کا ہنر دیتا ہوں
اب اُسے دھوپ بنا دو، مجھے بادل کر دو

اپنے آنگن کی اُداسی سے ذرا بات کرو
نیم کے سوکھے ہوئے پیڑ کو صندل کر دو

تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا
یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو

○

وہ شاخ ہے نہ پھول اگر تتلیاں نہ ہوں
وہ گھر بھی کوئی گھر ہے جہاں بچیاں نہ ہوں

پلکوں سے آنسوؤں کی مہک آنی چاہیے
خالی ہے آسمان اگر بدلیاں نہ ہوں

دشمن کو بھی خدا کبھی ایسا مکاں نہ دے
تازہ ہوا کی جس میں کہیں کھڑکیاں نہ ہوں

میں پوچھتا ہوں میری گلی میں وہ آئے کیوں
جس ڈاکیے کے پاس تری چٹھیاں نہ ہوں

○

وہ جہاں تھے وہیں کھڑے ہوں گے
جو کسی بات پر اڑے ہوں گے

پالنوں میں کہیں پڑے ہوں گے
کل جو سورج بہت بڑے ہوں گے

اب نئے ذہن اور آئیں گے
امتحانات بھی کڑے ہوں گے

تاجداروں کے سر چڑھے ہیرے
آج پاپوش میں جڑے ہوں گے

ایک چھوٹے سے سائباں کے لیے
عمر بھر دھوپ سے لڑے ہوں گے

میں اُٹھا کر غزل بنا دوں گا
لفظ جتنے گرے پڑے ہوں گے

سات رنگوں کے سات تاج محل
ایک دیوار میں جڑے ہوں گے

دھوپ کب تک مجھے ستائے گی
کل مرے پیڑ بھی بڑے ہوں گے

میں کب کہتا ہوں وہ اچھا بہت ہے
مگر اس نے مجھے چاہا بہت ہے

خدا اس شہر کو محفوظ رکھے
یہ بچّوں کی طرح ہنستا بہت ہے

میں ہر لمحے میں صدیاں دیکھتا ہوں
تمھارے ساتھ اک لمحہ بہت ہے

مرا دل بارشوں میں پھول جیسا
یہ بچّہ رات میں روتا بہت ہے

وہ اب لاکھوں دلوں سے کھیلتا ہے
مجھے پہچان لے اتنا بہت ہے

○

محبت پانی پانی ہے مری پانی کی بستی ہے
سمندر پار کرنے کے لیے کاغذ کی کشتی ہے

دلوں کے خانہ ویرانی کا یوں ماتم نہیں کرتے
جہاں بادل نہیں ہوتے وہاں رحمت برستی ہے

محبت کے خریداراں میاں اُوپر سے آتے ہیں
محبت زندگی دے کر اگر مل جائے سستی ہے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

آنکھوں میں رہا دل میں اُتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا

بے وقت اگر جاؤں گا سب چونک پڑیں گے
اک عمر ہوئی دن میں کبھی گھر نہیں دیکھا

جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے
آنکھوں نے کبھی میل کا پتّھر نہیں دیکھا

یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں
تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

یاروں کی محبت کا یقیں کر لیا میں نے
پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا

محبوب کا گھر ہو کہ بزرگوں کی زمینیں
جو چھوڑ دیا، پھر اُسے مڑ کر نہیں دیکھا

خط ایسا لکھا ہے کہ نگینے سے جڑے ہیں
اُن ہاتھوں نے لیکن کوئی زیور نہیں دیکھا

پتھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا
میں موم ہوں اُس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

وہ میرے مسائل کو سمجھ ہی نہیں سکتا
جس نے مری آنکھوں میں سمندر نہیں دیکھا

مجھے حادثوں نے سجا سجا کے بہت حسین بنا دیا
مرا دل بھی جیسے دلہن کا ہاتھ ہو مہندیوں سے رچا ہوا

وہی شہر ہے وہی راستے وہی گھر ہے اور وہی لان بھی
مگر اس دریچے سے پوچھنا وہ درخت انار کا کیا ہوا

مرے ساتھ جگنو ہے اور جگنو کی اس سفر میں بساط کیا
یہ چراغ کوئی چراغ ہے نہ جلا ہوا نہ بُجھا ہوا

وہی خط کہ جس پہ جگہ جگہ دو مہکتے ہونٹوں کے چاند تھے
کسی بھولی بسری سی طاق پہ تہہ گرد ہو گا دبا ہوا

پیار -- دل کا نگر نگر مہکے
آگ میں تتلیوں کے پَر مہکے

چاند پر چھائے بادلوں کی گھٹا
چاندنی سے تمام گھر مہکے

درد کی آگ دل میں روشن کر
دھوپ نکلے یہ رہگذر مہکے

دھوپ ڈھلنے دے، شام آنے دے
رات بھر پیار کا شجر مہکے

اک پرندے نے تیرا نام لیا
صحنِ دیوار، بام و در مہکے

یاد آئے تو ذہن و دل خوشبو
دیکھ لوں تو مری نظر مہکے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

اک ستارے کے انتظار میں گم
شاخ پر پھول بدحواس رہے

○

ایک اچھی لڑکی تھی، ہم بھی اُسے اچھے لگے
دیر تک لیکن کہاں چلتے ہیں ایسے سلسلے

وہ بھی کیا بھرپور دن تھے یاد آتے ہیں بہت
آگ اوڑھی اور بچھائی پانیوں پر ہم چلے

کچھ دنوں کے بعد پیپل کی طرح پوجیں گے لوگ
ہم کھڑے ہیں اور گزرے جا رہے ہیں قافلے

آنے والے آئیں گے اور جانے والے جائیں گے
خوبصورت ہیں بہت آواگون کے سلسلے

○

کبھی یوں بھی آ مری آنکھ میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو

وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں تو مری دعا میں اثر نہ ہو

مرے بازوؤں میں تھکی تھکی ابھی محو خواب ہے چاندنی
نہ اُٹھے ستاروں کی پالکی ابھی آہٹوں کا گزر نہ ہو

یہ غزل کہ جیسے ہرن کی آنکھ میں پچھلی رات کی چاندنی
نہ بجھے خرابے کی روشنی کبھی بے چراغ یہ گھر نہ ہو

○

وہ عطر دان سا لہجہ مرے بزرگوں کا
رچی بسی ہوئی اردو زبان کی خوشبو

ہماری شاخ پہ اک پھول کھلنے والا ہے
بدن سے آنے لگی زعفراں کی خوشبو

عمارتوں کی بلندی پہ کوئی موسم کیا
کہاں سے آگئی کچے مکان کی خوشبو

گلوں پہ لکھتی ہوئی لاالٰہ الا اللہ
پہاڑیوں سے وہ اتری اذاں کی خوشبو

یونہی بے سبب نہ پھرا کرو کوئی شام گھر بھی رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو

ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں کوئی آئے گا کوئی جائے گا
تمھیں جس کسی نے بھلا دیا اسے بھولنے کی دعا کرو

مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ محبتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سنا کرو جو سنا نہیں وہ کہا کرو

کبھی حسن پردہ نشیں بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
میں جو بن سنور کے کہیں چلوں مرے ساتھ تم بھی چلا کرو

نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اُسے اتنی گرمیٔ شوق سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو

○

چل چل کے رُک کے رُک رُک کے چلے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا
سب کی مانی پر شام ڈھلے، جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا

پھل پھول رکھیں اُن چرنوں پر جو سورج کے گھر جاتے ہیں
یہ بات کبھی اُتری نہ گلے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا

موسم کے دین و مذہب کو ہم نے اپنا مذہب جانا
پھولوں کے بدن، پلکوں سے ملے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا

روشن روشن شاخوں پہ کھلے، جب شام ڈھلی طاقوں میں جلے
موتی چمکے پلکوں کے تلے، جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا

مکئی ماکھن، گاگر چھن چھن رم جھم رم جھم برسے ساون
سندر سندر گودوں میں پلے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا

○

چمک رہی ہے پروں میں اُڑان کی خوشبو
بلا رہی ہے بہت آسمان کی خوشبو

بھٹک رہی ہے پرانی دلائیاں اُوڑھے
حویلیوں میں مرے خاندان کی خوشبو

سنا کے کوئی کہانی ہمیں سلاتی تھی
دعاؤں جیسی بڑے پاندان کی خوشبو

دبا تھا پھول کوئی میز پوش کے نیچے
گرج رہی تھی بہت پیچواں کی خوشبو

میری شہرت سیاست سے محفوظ ہے
یہ طوائف بھی عصمت بچا لے گئی

چاند نے رات مجھ کو جگا کر کہا
ایک لڑکی تمہارا پتہ لے گئی

خدا ہم کو ایسی خُدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے

خطا وار سمجھے گی دنیا تجھے
اب اتنی زیادہ صفائی نہ دے

ہنسو آج اتنا کہ اس شور میں
صدا سسکیوں کی سنائی نہ دے

غلامی کو برکت سمجھنے لگیں
اسیروں کو ایسی رہائی نہ دے

ابھی تو بدن میں لہو ہے بہت
قلم چھین لے روشنائی نہ دے

مجھے ایسی جنّت نہیں چاہیے
جہاں سے مدینہ دکھائی نہ دے

خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے

دو شعر

کبھی دن کی دھوپ میں جھوم کے کبھی شب کے پھول کو چوم کے
یونہی ساتھ ساتھ چلیں سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو

مرے ساتھ میرے حبیب آ ذرا اور دل کے اور قریب آ
تجھے دھڑکنوں میں اتار لوں کہ بچھڑنے کا کوئی ڈر نہ ہو

میں نے تری آنکھوں میں پڑھا اللہ ہی اللہ
سب بھول گیا یاد رہا اللہ ہی اللہ

پھولوں میں بسی چاندنی راتوں کی نمازیں
خوشبو ہی ستاروں کی دعا اللہ ہی اللہ

پیڑوں کی صفیں پاک فرشتوں کی قطاریں
خاموش پہاڑوں کی ندا اللہ ہی اللہ

بادل کی عبادت ہے برستا ہوا پانی
آنسو کی غزل حمد و ثنا اللہ ہی اللہ

اک پھول نے کونین کی دولت مجھے دے دی
آنسو سے ہتھیلی پہ لکھا اللہ ہی اللہ

اک نام کی تختی کا مجھے شوق ہوا تھا
پانی پہ ہواؤں نے لکھا اللہ ہی اللہ

وہ سورۂ یٰسین کہ کافور کی خوشبو
مہکے ہوئے پھولوں کی ردا اللہ ہی اللہ

○

اُسے یاد کر کے نہ دل دُکھا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا
کہاں لوٹ کر کوئی آئے گا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

نئی صبح ہے' نئی شام ہے' نیا شہر ہے' نیا نام ہے
وہ چلا گیا اُسے بھول جا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

کوئی آئے گا کوئی جائے گا' کوئی جائے گا کوئی آئے گا
سنو راستوں کی سنو صدا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

ترے پاس تیرا حبیب ہے' جو نہیں ملا وہ نصیب ہے
کوئی پھول کہتا ہے مسکرا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

مجھے پت جھڑوں کی کہانیاں نہ سُنا سُنا کے اُداس کر
نئے موسموں کا پتہ بتا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

یہاں اعتبار و یقین ہے' یہ حقیقتوں کی زمین ہے
ذرا دیر کا کوئی خواب تھا' جو گُزر گیا وہ گُزر گیا

بڑی جان لیوا فقیری حبیبی
مگر اس سے بدتر امیری حبیبی

اچانک تمھیں سلطنت مل گئی ہے
فقیروں کو بانٹو وزیری حبیبی

بہت راستے ہیں کئی منزلیں ہیں
سفر میں رہے بے لکیری حبیبی

سدا سرفرازی سدا سربلندی
سلامت رہے بے ضمیری حبیبی

ابھی تک وہی قافیے چل رہے ہیں
کبیری، نظیری، بشیری، حبیبی

کبھی میرؔ و غالبؔ سے باہر بھی دیکھو
کہاں تک بجے گی نفیری حبیبی

○

کہیں چاند راہوں میں کھو گیا کہیں چاندنی بھی بھٹک گئی
میں چراغ وہ بھی بُجھا ہوا مری رات کیسے چمک گئی

کبھی اُجلا اُجلا سا نام ہوں کبھی کھویا کھویا کلام ہوں
مجھے صبح کرنوں سے بھر گئی مجھے شام پھولوں سے ڈھک گئی

تجھے بھول جانے کی کوششیں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں
تری یاد شاخِ گلاب ہے جو ہوا چلی تو لچک گئی

ترے ہاتھ سے مرے ہونٹ تک وہی انتظار کی پیاس ہے
مرے نام کی جو شراب تھی کہیں راستے میں چھلک گئی

کبھی ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمھاری جھجک گئی

مری داستاں کا عروج تھا تری نرم پلکوں کی چھاؤں میں
مرے ساتھ تھا تجھے جاگنا تری آنکھ کیسے جھپک گئی

○

غزالاں دیکھنا دلدار تاروں کی اناری میں
مرے نیناں کے دونوں پٹ کھلے ہیں انتظاری میں

ہمن کو عاشقی کی آگ پھولوں میں بساتی ہے
فرشتے راکھ ہو جاتے ہیں سورج کی سواری میں

کبھی کہتے ہو اب آئے کبھی کہتے ہو تب آئے
ہماری جان جائے گی تمہاری انتظاری میں

پرندوں کے شکاراں سے خدا ناراض ہووے ہے
میاں تم چاند کو زخمی کرو گے چاند ماری میں

مرا لہجہ چمکتا ہے ترا مکھڑا دمکتا ہے
کبھی یاد خزانی میں کبھی ابر بہاری میں

تمہارے ہاتھ میں مشرق تمہارے پاؤں پر مغرب
ڈوپٹہ اور کنگن؟ پھول بھی جھومے سفاری میں

تمہارے دل کے بیماراں مزہ لیتے ہیں موسم کا
بخاراں کا بخاری میں بہاراں کی بہاری میں

خزاں کی گھاس پر چھلکاٹ کی چادر بچھائی ہے
بٹن سونے کے ٹانکے ہیں تمہاری چھولداری میں

شاعر کو تاج و تخت، خدا نے عطا کیے
خواجہ سرانے اوڑھی جُھلا جُھل کی اوڑھنی

پاگل سی ایک لڑکی نے شاعر بنا دیا
یہ شاعری بھی اُسی پاگل کی اوڑھنی

جاناں، بشیر بدر کی تم بھی غزل ہو کیا
مخمل کے چار جامے پہ ململ کی اوڑھنی

○

یہ زرد پتوں کی بارش مرا زوال نہیں
مرے بدن پہ کسی دوسرے کی شال نہیں

اُداس ہو گئی اک فاختہ چہکتی ہوئی
کسی نے قتل کیا ہے یہ انتقال نہیں

تمام عمر غریبی میں باوقار رہے
ہمارے عہد میں ایسی کوئی مثال نہیں

میں آسمان کا ٹوٹا ہوا ستارہ ہوں
کہاں ملی تھی یہ دنیا مجھے خیال نہیں

وہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں
وہ بے مثال ہے اُس کی کوئی مثال نہیں

کوئی خوشی ہو میں اپنی حدوں میں رہتا ہوں
مرا ملال بھی حد سے سدا ملال نہیں

○

کون آیا راستے آئینہ خانے ہو گئے
رات روشن ہو گئی دن بھی سہانے ہو گئے

کیوں حویلی کے اُجڑنے کا مجھے افسوس ہو
سینکڑوں بے گھر پرندوں کے ٹھکانے ہو گئے

جاؤ ان کمروں کے آئینے اٹھا کر پھینک دو
بے ادب یہ کہہ رہے ہیں ہم پرانے ہو گئے

یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے اس کو پہچانا نہ ہو
اب اسے دیکھے ہوئے کتنے زمانے ہو گئے

میری پلکوں پر یہ آنسو پیار کی توہین تھے
اس کی آنکھوں سے گرے موتی کے دانے ہو گئے

پاس رہ کر خدا سی لگتی ہے
زندگی بے وفا سی لگتی ہے

میں تمھارے بغیر بھی جی لوں
یہ دعا بددعا سی لگتی ہے

نام اس کا لکھا ہے آنکھوں میں
آنسوؤں کی خطا سی لگتی ہے

پیار کرنا بھی جرم ہے شاید
آج دنیا خفا سی لگتی ہے

○

اب دھوپ بھول جایئے سورج یہاں نہیں
ایسی زمیں ملی ہے جہاں آسماں نہیں

کاغذ پہ رات اپنی سیاہی بچھا گئی
کوئی لکیر تیرے مرے درمیاں نہیں

یہ راز اب کھلا تری ناراضگی کے بعد
تو مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں

دل نے تمھاری یاد میں سب کو بھلا دیا
اب طاق ہے، چراغ ہے، لیکن دھواں نہیں

جا اس کا نام لکھ دے گلابوں کی شاخ پر
پھولوں کے آس پاس اگر تتلیاں نہیں

میرا، کبیر، چشتی و نانک کے پیار کو
جو دیش بھول جائے وہ ہندوستان نہیں

چراغ لے کے ترے شہر سے گزرنا ہے
یہ تجربہ بھی ہمیں بار بار کرنا ہے

میں وہ پہاڑ ہوں جو کٹ رہا ہوں پانی سے
یہ دل نہیں ہے مرے آنسوؤں کا جھرنا ہے

مرے عزیز میں اتری ندی کا لہجہ ہوں
مجھے چڑھے ہوئے دریا کو پار کرنا ہے

بہت جدید ہوں لیکن یہ میرا ورثہ ہے
اسی قدیم گلی سے مجھے گزرنا ہے

تمھیں خبر نہیں سورج بھی عکس ہے میرا
تمام دن کا مجھے انتظام کرنا ہے

وہ ایک شخص کہ جس کو غزل بھی کہتے ہیں
اسی کے نام سے جینا اسی پہ مرنا ہے

خوشبو کی طرح آیا - وہ تیز ہواؤں میں
مانگا تھا جسے ہم نے دن رات دعاؤں میں

تم چھت پہ نہیں آئے میں گھر سے نہیں نکلا
یہ چاند بہت بھٹکا ساون کی گھٹاؤں میں

اس شہر میں اک لڑکی بالکل ہے غزل جیسی
بجلی سی گھٹاؤں میں، خوشبو سی ہواؤں میں

موسم کا اشارہ ہے خوش رہنے دو بچوں کو
معصوم محبت ہے پھولوں کی خطاؤں میں

ہم چاند ستاروں کی راہوں کے مسافر ہیں
ہر رات چمکتے ہیں تاریک خلاؤں میں

بھگوان ہی بھیجیں گے چاول سے بھری تھالی
مظلوم پرندوں کی معصوم سبھاؤں میں

دادا بڑے بھولے تھے سب سے یہی کہتے تھے
کچھ زہر بھی ہوتا ہے انگریزی دواؤں میں

○

میں آسماں کی شاخ پہ زندہ ہوں دوستو
پُچکار کر بلاؤ پرندہ ہوں دوستو

اک دن فساد نے مجھے یہ بھی بتا دیا
میں آدمی نہیں ہوں درندہ ہوں دوستو

تم جن کے نیچے بیٹھ کے اوتار ہو گئے
اُن برگدوں کا میں بھی پرندہ ہوں دوستو

سچ یہ ہے میری بابری مسجد مجھی میں ہے
میں مندروں کی آگ میں زندہ ہوں دوستو

اخبار میں خبر مرے مرنے کی چھپ گئی
آئینے کہہ رہے ہیں میں زندہ ہوں دوستو

اب تیرے میرے بیچ ذرا فاصلہ بھی ہو
ہم لوگ جب ملیں تو کوئی دوسرا بھی ہو

تو جانتا نہیں مری چاہت عجیب ہے
مجھ کو منا رہا ہے کبھی خود خفا بھی ہو

تو بے وفا نہیں ہے مگر بے وفائی کر
اس کی نظر میں رہنے کا کچھ سلسلہ بھی ہو

پت جھڑ کے ٹوٹتے ہوئے پتوں کے ساتھ ساتھ
موسم کبھی تو بدلے گا یہ آسرا بھی ہو

چپ چاپ اس کو بیٹھ کے دیکھوں تمام رات
جاگا ہوا بھی ہو کوئی سویا ہوا بھی ہو

اس کے لیے تو میں نے یہاں تک دعائیں کیں
میری طرف سے کوئی اسے چاہتا بھی ہو

کچھ نہیں اور تیرے سوا، چاہیے
اب مجھے مے نہیں، میکدہ چاہیے

ایک دن تجھ سے ملنے ضرور آؤں گا
زندگی مجھ کو تیرا پتہ چاہیے

گھر کی دہلیز پر چاند سویا نہ ہو
صبح ہونے کو ہے لوٹنا چاہیے

اس زمانے نے لوگوں کو سمجھا دیا
تم کو آنکھیں نہیں، آئینہ چاہیے

یہ زمیں آسماں کچھ نئے تو لگیں
مجھ کو ایسی نظر اے خدا چاہیے

تم سے میری کوئی دشمنی تو نہیں
سامنے سے ہٹو، راستہ چاہیے

ہر جنم میں اُسی کی چاہت تھے
ہم کسی اور کی امانت تھے

اس کی آنکھوں میں جھلملاتی ہوئی
ہم غزل کی کوئی علامت تھے

تیری چادر میں تن سمیٹ لیا
ہم کہاں کے دراز قامت تھے

جیسے جنگل میں آگ لگ جائے
ہم کبھی اتنے خوبصورت تھے

پاس رہ کر بھی دور دور رہے
ہم نئے دور کی محبت تھے

اس خوشی میں مجھے خیال آیا
غم کے دن کتنے خوبصورت تھے

دن میں ان جگنوؤں سے کیا لینا
یہ دیئے رات کی ضرورت تھے

○

یہ اگر انتظام ہے ساقی
پھر ہمارا سلام ہے ساقی

آج تو اذنِ عام ہے ساقی
رات رندوں کے نام ہے ساقی

میرے ساغر میں کون اترا ہے
چاند تاروں کا جام ہے ساقی

ایک آئے گا ایک جائے گا
میکدے کا نظام ہے ساقی

جام ٹوٹے صراحیاں ٹوٹیں
کیا ادھر قتلِ عام ہے ساقی؟

تیرے ہاتھوں سے پی رہا ہوں شراب
میکدہ میرے نام ہے ساقی

○

گاؤں مٹ جائیں گے شہر جل جائے گا
زندگی تیرا چہرہ بدل جائے گا

ہم غریبوں کی اس بھیڑ میں تم کہاں
یہ کلف دار کرتا مسل جائے گا

آگ پر رقص کرنے میں یکتا ہے تو
برف پر پاؤں تیرا پھسل جائے گا

میں اسی فکر میں رات سویا نہیں
چاند تاروں کو سورج نگل جائے گا

اب اُسی دن لکھوں گا دکھوں کی غزل
جب مرا ہاتھ آہن میں ڈھل جائے گا

کچھ لکھو مرثیہ مثنوی یا غزل
کوئی کاغذ ہو پانی میں گل جائے گا

میں اگر مُسکرا کے اُنھیں دیکھ لوں
قاتلوں کا ارادہ بدل جائے گا

کہیں نہ چھوڑ کے جاؤ بڑا اندھیرا ہے
کوئی چراغ جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

بہت ہنسا ہوں لطیفے سنا رہا تھا کوئی
اب آنسوؤں سے رلاؤ بڑا اندھیرا ہے

کتابیں کیسی اٹھا لائے مکتبوں والے
غزل کے جام اٹھاؤ، بڑا اندھیرا ہے

وہ چاندنی کی بشارت ہے حرفِ آخر تک
بشیر بدرؔ نہ جاؤ بڑا اندھیرا ہے

○

میں تو کاغذوں کا گلاب تھا سرِ شام خوشبو سے بھر گیا
میں کہاں ہوں مجھ کو خبر نہیں مجھے کون چھو کے گزر گیا

یہ گلاب بھی مرا عکس ہے یہ ستارہ بھی مرا نقش ہے
میں کبھی زمین میں دفن ہوں کبھی آسماں سے گزر گیا

میں اُداس چاند کا باغ ہوں نئے موسموں کا سراغ ہوں
مری شاخ شاخ ہری رہی، مرا پھول پھول بکھر گیا

○

اچھا تمھارے شہر کا دستور ہو گیا
جس کو گلے لگا لیا وہ دور ہو گیا

کاغذ میں دب کے مر گئے کیڑے کتاب کے
دیوانہ بے پڑھے لکھے مشہور ہو گیا

تنہائیوں نے توڑ دی ہم دونوں کی انا
آئینہ بات کرنے پہ مجبور ہو گیا

صبحِ وصال پوچھ رہی ہے عجب سوال
وہ پاس آ گیا کہ بہت دور ہو گیا

کچھ پھل ضرور آئیں گے روٹی کے پیڑ میں
جس دن مرا مطالبہ منظور ہو گیا

لگی دل کی ہم سے کہی جائے نا
غزل آنسوؤں سے لکھی جائے نا

عجب ہے کہانی مرے پیار کی
لکھی جائے لیکن پڑھی جائے نا

سویرے سے پنگھٹ پہ بیٹھی رہوں
پیا بن گگریا بھری جائے نا

نہ مندر، نہ مسجد، نہ دیر و حرم
ہماری کہیں بھی سنی جائے نا

خدا سے یہ بابا دعائیں کرو
کوئی آئے نہ اب کوئی جائے نا

سناتے سناتے سحر ہو گئی
مگر بات دل کی کہی جائے نا

(نذر قلی قطب شاہ)

یہ غزل کس کی ہے اس مطلع کو پڑھ کر دیکھو
چاند کی چودھویں تاریخ ہے اوپر دیکھو

آج کمرے میں نہیں بیٹھنے والا موسم
برف کھڑکی سے نہیں، گھر سے نکل کر دیکھو

رات سوئی ہوئی رعنائیوں نے مجھ سے کہا
آج ہاتھوں سے نہیں پلکوں سے چھو کر دیکھو

چاند کی زلفیں ہیں، چہرہ ہے، قد و قامت ہے
آسمانوں سے زمینوں پہ اُتر کر دیکھو

ہم غریبوں سے کبھی ٹوٹ کے ملنے آؤ
کیا بکھرنے میں مزا ہے یہ بکھر کر دیکھو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

○

الف الف ہے اسے شین قاف کرتے نہیں
دل و دماغ مرے اختلاف کرتے نہیں

ذہین سانپ سدا آستیں میں رہتے ہیں
زباں سے کہتے ہیں دل سے معاف کرتے نہیں

یہ دل ہے کمرے کی بتی بجھا کے سوتا ہے
مگر دماغ کا ہم مین آف کرتے نہیں

ذرا سی بات پہ ہفتوں اُداس رہتے ہیں
اس آئینے کو کئی روز صاف کرتے نہیں

کہو تو اوس بچھا دیں سحر کی پلکوں پر
غزل، غزل ہے اسے ہم لحاف[1] کرتے نہیں

خراج لیتے ہیں لیکن ذرا سلیقے سے
کسی وزیر کے گھر کا طواف کرتے نہیں

اسد[2] سے کہیو کہ اب ترجمے حذف کر دیں

کہ ''ڈپلیکیٹ'' کا ہم اعتراف کرتے نہیں

---

1 (لحاف، عصمت آپا کا افسانہ)

2 نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں غالب

○

اجنبی پیڑوں کے سائے میں محبّت ہے بہت
گھر سے نکلو تو یہ دنیا خوبصورت ہے بہت

رات تاروں سے اُلجھ سکتی ہے ذرّوں سے نہیں
رات کو معلوم ہے جگنو میں ہمّت ہے بہت

بچ سیاست سے عدالت تک بہت مصروف ہے
جھوٹ بولو جھوٹ میں اب بھی محبّت ہے بہت

کس لیے ہم دل جلائیں رات دن محنت کریں
کیا زمانہ ہے بُرے لوگوں کی عزّت ہے بہت

ہم کہیں جاتے نہیں احباب بھی آتے نہیں
ان دنوں آ جایئے فرصت ہی فرصت ہے بہت

سات صندوقوں میں بھر کر دفن کر دو نفرتیں
آج انساں کو محبت کی ضرورت ہے بہت

مختصر باتیں کرو بے جا وضاحت مت کرو
یہ نئی دنیا ہے بچّوں میں ذہانت ہے بہت

تری جنّت سے ہجرت کر رہے ہیں
فرشتے کیا بغاوت کر رہے ہیں

ہم اپنے جرم کا اقرار کر لیں
بہت دن سے یہ ہمّت کر رہے ہیں

وہ خود ہارے ہوئے ہیں زندگی سے
جو دنیا پر حکومت کر رہے ہیں

زمیں بھیگی ہوئی ہے آنسوؤں سے
یہاں بادل عبادت کر رہے ہیں

فضا میں آیتیں مہکی ہوئی ہیں
کہیں بچے تلاوت کر رہے ہیں

ہماری بے بسی کی انتہا ہے
کہ ظالم کی حمایت کر رہے ہیں

پرندوں کے زمین و آسماں کیا
وطن میں رہ کے ہجرت کر رہے ہیں

غزل کی آگ میں پلکوں کے سائے
محبّت کی حفاظت کر رہے ہیں

میں اپنے بھائیوں سے مختلف ہوں
وہ موسم کی شکایت کر رہے ہیں

تتلیوں کا مجھے ٹوٹا ہوا پر لگتا ہے
دل پہ وہ نام بھی لکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے

رات آئی تو ستاروں بھری چادر تانی
خوبصورت مجھے سورج کا سفر لگتا ہے

یہ بھی سوتے ہوئے بچّے کی طرح ہنستا ہے
آگ میں پھول - فرشتوں کا ہُنر لگتا ہے

زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار میں سر لگتا ہے

میں ترے ساتھ ستاروں سے گذر سکتا ہوں
کتنا آسان محبّت کا سفر لگتا ہے

نام اُسی کا نام سویرے شام لکھا
شعر لکھا، یا خط اُس کو گمنام لکھا

اُس دن پہلا پھول کھلا جب پت جھڑ نے
پتّی پتّی جوڑ کے تیرا نام لکھا

اُس بچے کی کاپی اکثر پڑھتا ہوں
سورج کے ماتھے پر جس نے شام لکھا

کیسے دونوں وقت گلے ملتے ہیں روز
یہ منظر میں نے دشمن کے نام لکھا

سات زمینیں ایک ستارہ نیا نیا
صدیوں بعد غزل نے کوئی نام لکھا

میرؔ، کبیرؔ، بشیرؔ اسی مکتب کے ہیں
آ ۔ دل کے مکتب میں اپنا نام لکھا

پرکھنا مت، پرکھنے میں کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا

بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
جہاں دریا سمندر سے ملا دریا نہیں رہتا

ہزاروں شعر میرے سو گئے کاغذ کی قبروں میں
عجب ماں ہوں کوئی بچہ مرا زندہ نہیں رہتا

تمھارا شہر تو بالکل نیا انداز والا ہے
ہمارے شہر میں بھی اب کوئی ہم سا نہیں رہتا

محبت ایک خوشبو ہے ہمیشہ ساتھ چلتی ہے
کوئی انسان تنہائی میں بھی تنہا نہیں رہتا

کوئی بادل ہرے موسم کا پھر اعلان کرتا ہے
خزاں کے باغ میں جب ایک بھی پتہ نہیں رہتا

کہیں پنگھٹوں کی ڈگر نہیں، کہیں آنچلوں کا نگر نہیں
یہ پہاڑ دھوپ کے پیڑ ہیں کہیں سایہ دار شجر نہیں

مجھے ایسی بات بتایئے جو کوئی سُنے تو نئی لگے
کوئی شخص بھوک سے مر گیا یہ خبر تو کوئی خبر نہیں

ترے نام سے مری راہ میں کوئی دکھ کے پھول بچھا گیا
میں تری زمین کا خواب ہوں مجھے آسمان کا ڈر نہیں

مرے ہمسفر مرے رازداں یہ اُداس پلکوں کے سائباں
ترے ساتھ دھوپ کے راستوں کا سفر بھی کوئی سفر نہیں

کوئی میرؔ ہو کہ بشیرؔ ہو جو تمھارے ناز اُٹھائیں ہم
یہ غزل کی دلّی ہے باادب، یہاں بے ادب کا گزر نہیں

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

بے لباسی جو ہر لباس کی ہے
مفلسی عہدِ بدحواس کی ہے

مطمئن ہیں ذرا امیر و غریب
ہر مصیبت مڈل کلاس کی ہے

آئینہ بن گئے درودیوار
چاندنی یہ اسی لباس کی ہے

سب کو ساقی نے یہ جواب دیا
یہ خطا آپ کے گلاس کی ہے

تیری خوشبو میں دیکھ لیتا ہوں
یہ مہک تیرے آس پاس کی ہے

آئینہ دھوپ کا دریا میں دکھاتا ہے مجھے
میرا دشمن مرے لہجے میں بلاتا ہے مجھے

آنسوؤں سے مری تحریر نہیں مٹ سکتی
کوئی کاغذ ہوں جو پانی سے ڈراتا ہے مجھے

سر پہ سورج کی سواری مجھے منظور نہیں
اپنا قد دھوپ میں چھوٹا نظر آتا ہے مجھے

دودھ پیتے ہوئے بچے کی طرح ہے دل بھی
دن میں سو جاتا ہے راتوں میں جگاتا ہے مجھے

دھوپ کی آگ میں شعلوں کا بدن روشن ہے
سات رنگوں سے تیرا درد سجاتا ہے مجھے

روز کہتا ہے کہ گرتی ہوئی دیوار ہوں میں
ایک بادل ہے جو رہ رہ کے ڈراتا ہے مجھے

یہ مرے ساتھ جو رہتا ہے کوئی پتھر ہے
نہ ہنساتا ہے مجھے اور نہ رُلاتا ہے مجھے

ایسا لگتا ہے کہ اُس نے مجھے غالبؔ جانا
نہ اُٹھاتا ہے مجھے اور نہ بٹھاتا ہے مجھے

○

آگ کو گلزار کر دے برف کو دریا کرے
دیکھنے والا تری آواز کو دیکھا کرے

اُس کی رحمت نے مرے بچے کے ماتھے پر لکھا
اس پرندے کے پروں پر آسماں سجدہ کرے

ایک مٹھی خاک تھے ہم ایک مٹھی خاک ہیں
اُس کی مرضی ہے ہمیں صحرا کرے دریا کرے

دن کا شہزادہ مرا مہمان ہے بے شک رہے
رات کا بھولا مسافر بھی یہاں ٹھہرا کرے

آج پاکستان کی اک شام یاد آئی بہت
کیا ضروری ہے کہ بیٹی۔باپ سے پردہ کرے

صدیوں کی گٹھری سر پر لے جاتی ہے
دنیا بچی بن کر واپس آتی ہے

میں دنیا کی حد سے باہر رہتا ہوں
گھر میرا چھوٹا ہے لیکن ذاتی ہے

دنیا بھر کے شہروں کا کلچر یکساں
آبادی تنہائی بنتی جاتی ہے

میں شیشے کے گھر میں پتھر کی مچھلی
دریا کی خوشبو مجھ میں کیوں آتی ہے

پتھر بدلا؟ پانی بدلا؟ بدلا کیا؟
انساں تو جذباتی تھا - جذباتی ہے

کاغذ کی کشتی جگنو جھلمل جھلمل
شہرت کیا ہے اک ندیا برساتی ہے

غموں کی آیتیں شب بھر چھتوں پہ چلتی ہیں
امام باڑوں سے سیدانیاں نکلتی ہیں

اُداسیوں کو سدا، دل کے طاق پر رکھنا
یہ موم بتیاں ہیں، فرصتوں میں جلتی ہیں

رسوئی گھر میں یہ احساس روز ہوتا ہے
تری دعاؤں کے پنکھے ہوائیں جھلتی ہیں

عجیب آگ ہے ہمدردیوں کے موسم کی
غریب بستیاں برسات ہی میں جلتی ہیں

یہ الجھنیں بھی ضروری ہیں زندگی کے لیے
سمندروں میں سدا مچھلیاں مچلتی ہیں

دو شعر

اُداسی آسماں ہے دل مرا کتنا اکیلا ہے
پرندہ شام کے پُل پر بہت خاموش بیٹھا ہے

مکاں سے کیا مجھے لینا' مکاں تم کو مبارک ہو
مگر یہ گھاس والا ریشمی قالین میرا ہے

سات رنگوں کے شامیانے ہیں
دل کے موسم بڑے سہانے ہیں

کوئی تدبیر بھولنے کی نہیں
یاد آنے کے سو بہانے ہیں

دل کی بستی ابھی کہاں بدلی
یہ محلے بہت پرانے ہیں

حق ہمارا نہیں درختوں پر
یہ پرندوں کے آشیانے ہیں

علم و حکمت، سیاست و مذہب
اپنے اپنے شراب خانے ہیں

دھوپ کا پیار خوبصورت ہے
آگ کے پھول بھی سہانے ہیں

○

دالانوں کی دھوپ چھتوں کی شام کہاں
گھر سے باہر گھر جیسا آرام کہاں

بازاروں کی چہل پہل سے روشن ہیں
ان آنکھوں میں مندر جیسی شام کہاں

میں اُس کو پہچان نہیں پایا تو کیا
یاد اُسے بھی آیا، میرا نام کہاں

چندا کے بستے میں سوکھی روٹی ہے
کاجو، کشمش، پستے اور بادام کہاں

لوگوں کو سورج کا دھوکا ہوتا ہے
آنسو بن کے چمکا، میرا نام کہاں

دن بھر سورج کس کا پیچھا کرتا ہے
روز پہاڑی پر جاتی ہے شام کہاں

○

ناریل کے درختوں کی پاگل ہوا کھل گئے بادباں لوٹ جا لوٹ جا
سانولی سرزمین پر میں اگلے برس پھول کھلنے سے پہلے ہی آ جاؤں گا

گرم کپڑوں کا صندوق مت کھولنا ورنہ یادوں کی کافور جیسی مہک
خون میں آگ بن کر اتر جائے گی صبح تک یہ مکان خاک ہو جائے گا

لان میں ایک بھی بیل ایسی نہیں جو دیہاتی پرندے کے پر باندھ لے
جنگلی آم کی جان لیوا مہک جب بلائے گی واپس چلا جائے گا

میرے بچپن کے مندر کی وہ مورتی دھوپ کے آسماں پہ کھڑی تھی مگر
ایک دن جب مراقد مکمل ہوا اس کا سارا بدن برف میں دھنس گیا

ان گنت کالے کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر زرد بانی کو ڈھکنے لگے
فاختہ دھوپ کے پُل پہ بیٹھی رہی رات کا ہات چُپ چاپ بڑھتا گیا

○

ہے عجیب شہر کی زندگی نہ سفر رہا نہ قیام ہے
کہیں کاروبار سی دوپہر، کہیں بدمزاج سی شام ہے

کہاں اب دعاؤں کی برکتیں، وہ نصیحتیں وہ ہدایتیں
یہ ضرورتوں کا خلوص ہے، یہ مطالبوں کا سلام ہے

یونہی روز ملنے کی آرزو بڑی رکھ رکھاؤ کی گفتگو
یہ شرافتیں نہیں بے غرض اسے آپ سے کوئی کام ہے

وہ دلوں میں آگ لگائے گا میں دلوں کی آگ بجھاؤں گا
اُسے اپنے کام سے کام ہے، مجھے اپنے کام سے کام ہے

نہ اداس ہو نہ ملال کر، کسی بات کا نہ خیال کر
کئی سال بعد ملے ہیں ہم ترے نام آج کی شام ہے

کوئی نغمہ دھوپ کے گاؤں سا، کوئی نغمہ شام کی چھاؤں سا
ذرا ان پرندوں سے پوچھنا، یہ کلام کس کا کلام ہے

○

یہ چراغ بے نظر ہے یہ ستارہ بے زباں ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے

وہی شخص جس پہ اپنے دل و جاں نثار کر دوں
وہ اگر خفا نہیں ہے تو ضرور بدگماں ہے

مرے ساتھ چلنے والے تجھے کیا ملا سفر میں
وہی دکھ بھری زمیں ہے وہی غم کا آسماں ہے

کبھی پا کے تجھ کو کھونا، کبھی کھو کے تجھ کو پانا
یہ جنم جنم کا رشتہ ترے میرے درمیاں ہے

انھیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا، ترا ہم سفر کہاں ہے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

تو مجھ سے تیز چلے گا تو راستہ دوں گا
دعا کے پھول تری راہ میں بچھا دوں گا

ابھی تو زندگی حائل ہے تجھ سے ملنے میں
میں آج رات یہ دیوار بھی گرا دوں گا

اگر کسی نے مجھے ایک رات روک لیا
تو اس کا نام و پتہ بھی تجھے بتا دوں گا

اب اس کے بعد کوئی بے وفا نہ پاؤ گے
میں اپنے آپ کو اتنی بڑی سزا دوں گا

بہت عجیب سی لڑکی ہے اس کی خاطر میں
پڑھے بغیر حسینوں کے خط جلا دوں گا

لگا ہوا ہے مرا پھول میرے کالر پر
ترے گلاب کو گلدان میں سجا دوں گا

وہ چاند جب مری پلکوں پہ پھول رکھے گا
میں اپنے بچے کو اک آسماں بنا دوں گا

سنوار نوک پلک ابروؤں میں خم کر دے
گرے پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کر دے

غرور اس پہ بہت سجتا ہے مگر کہہ دو
اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے

وہ ہاتھ کاٹ لیے جائیں گے جو لکھتے ہیں
خدا سے ایک دعا ہے انہیں قلم کر دے

چمکنے والی ہے تحریر میری قسمت کی
کوئی چراغ کی لو کو ذرا سا کم کر دے

کسی نے چوم کے آنکھوں کو یہ دعا دی تھی
زمین تیری خدا موتیوں سے نم کر دے

بشیر بدر کے وہ سلسلے کا شاعر ہے
گزر رہی ہے جو دل پر اسے رقم کر دے

○

وہ چاندنی کا بدن خوشبوؤں کا سایا ہے
بہت عزیز ہمیں ہے مگر پرایا ہے

اُتر بھی آؤ کبھی آسماں کے زینے سے
تمھیں خدا نے ہمارے لیے بنایا ہے!

کہاں سے آئی یہ خوشبو یہ گھر کی خوشبو ہے
اس اجنبی کے اندھیرے میں کون آیا ہے!

اُسے کسی کی محبت کا اعتبار نہیں
اُسے زمانے نے شاید بہت ستایا ہے

تمام عمر مرا دم اسی دھوئیں میں گھٹا
وہ اک چراغ تھا میں نے اسے بُجھایا ہے

اب تیرے میرے بیچ ذرا فاصلہ بھی ہو
ہم لوگ جب ملیں تو کوئی دوسرا بھی ہو

تو جانتا نہیں مری چاہت عجیب ہے
مجھ کو منا رہا ہے کبھی خود خفا بھی ہو

تو بے وفا نہیں ہے مگر بے وفائی کر
اُس کی نظر میں رہنے کا کچھ سلسلہ بھی ہو

پت جھڑ کے ٹوٹتے ہوئے پتوں کے ساتھ ساتھ
موسم کبھی تو بدلے گا یہ آسرا بھی ہو

چپ چاپ اس کو بیٹھ کے دیکھوں تمام رات
جاگا ہوا بھی ہو کوئی سویا ہوا بھی ہو

اس کے لیے تو میں نے یہاں تک دعائیں کیں
میری طرح سے کوئی اسے چاہتا بھی ہو

میں نگارِ فکر و نگاہ کو کبھی بھول کر بھی صدا نہ دوں
یہ عجیب شرطِ وفا ہوئی کہ جو تم کہو میں وہی کروں

کئی اجنبی تیری راہ میں مرے پاس سے یوں گزر گئے
جنھیں دیکھ کر یہ تڑپ ہوئی ترا نام لے کے پکار لوں

یہ ہوا نہ جانے کہاں کہاں بھری دوپہر میں لیے پھرے
مرے برگِ دل ذرا ٹھہر جا تجھے آنسوؤں سے میں سینچ لوں

میں تو آنسوؤں کا سکوت ہوں لب شعر مجھ کو صدا نہ دے
نہ کبیر ہوں، نہ نظیر ہوں، نہ میں میر ہوں، نہ بشیر ہوں!

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

------اختتام------